زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ

(لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی محبت مزین [پرکشش] کردی گئی ہے، [یعنی] عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ڈھیروں سے، نشان لگے [عمدہ] گھوڑوں سے، مویشیوں سے اور کھیتی سے، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانہ اللہ ہی کے پاس ہے۔)

پچھلی آیت (10) میں کہا گیا تھا کہ کافروں کو مال اور اولاد کچھ کام نہیں آئیں گے۔ اور یہاں مال اور اولاد کے بارے میں کہا جارہا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

(لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی محبت مزین [پرکشش] کردی گئی ہے، [یعنی] عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ڈھیروں سے، نشان لگے [عمدہ] گھوڑوں سے، مویشیوں سے اور کھیتی سے، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے)

زُيِّنَ (ز ی ن): خوبصورت بنانا، آراستہ کرنا، سجانا

اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا کو بنایا اور اس دنیا میں جو کچھ ہیں وہ انسان کے لیے بنایا۔

البقرۃ: 29 ← ... خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (اس [اللہ] نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا)

اور سب کچھ انسان کے فائدے کا بنایا۔ پھر ان چیزوں میں انسانوں کے لیے کشش (Attraction) اور محبت بھی رکھی۔ اللہ نے یہ سب کچھ انسانوں کی آزمائش کے لیے بنایا ہے۔ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو کوشش کرنی ہیں وہ بھی اِنھی چیزوں کے ذریعے یا اِن چیزوں کے اندر رہتے ہوئے ہوگی۔ کیونکہ اگر انسان کے پاس گھر، خاندان، سواری، مال اور آمدنی کے ذرائع نہ ہو تو انسان کے لیے نیکی کمانے کے مواقع بھی نہیں رہتے۔
یہ سب کچھ نعمتیں دے کر انسان کی یہ بھی آزمائش ہو رہی ہیں کہ وہ اللہ کا شکر گزار بندہ بنتا ہے یا اِنھی نعمتوں میں کھو جاتا ہے اور اللہ کو بھول جاتا ہے۔
بہرحال یہ ساری نعمتیں آزمائش بھی ہیں، نیکی کمانے کا ذریعہ بھی ہے اور آخرت کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بھی ہے۔

انسانوں کو ہمیشہ دنیا کی چیزوں سے محبت رہی ہے۔ کیونکہ دنیا کی ظاہری چیزوں کی زینت انسانوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

اَلشَّهَوٰتُ (ش ہ و): یہ شَهْوَةٌ کی جمع ہے۔ جس کا معنی کسی مرغوب چیز کی طرف نفس کا کھینچ جانا۔
یعنی وہ چیزیں جو طبعی طور پر انسان کو مرغوب اور پسندیدہ ہیں۔ اس لئے اُن میں رغبت اور اُن کی محبت ناپسندیدہ نہیں ہے بشرطیکہ اعتدال کے اندر اور شریعت کے دائرے میں رہے۔
ایک بات یہاں نوٹ کرنے کہ یہ نہیں کہا گیا کہ اِن چیزوں کی محبت خوبصورت بنادی گئی بلکہ یہ کہا گیا کہ اِن چیزوں کی خواہشات کی محبت خوبصورت بنادی گئی یعنی یہ چیزیں انسانوں کو اتنی محبوب ہیں کہ اِن کی خواہشات کی محبت تک دِل میں بس گئی ہیں۔

اَلنِّسَآءِ (عورتیں):
اِن ساری نعمتوں میں عورتوں کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے۔

بخاری: رسولؐ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔

لیکن عورت کو ہی دنیا کی سب سے بہترین متاع قرار دیا گیا ہے۔

مسلم: رسولؐ نے فرمایا: دنیا متاع [کچھ وقت تک کے لیے فائدہ اٹھانے کی چیز] ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

جسطرح عورت مرد کو شر کی طرف لے جانے میں سب سے اہم کردار ادا کرسکتی ہے اِسی طرح عورت نیکی کی طرف لے جانے میں بھی سب سے اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ وہ سب سے بہترین مددگار ہو سکتی ہے۔

رسولؐ نے اپنی پسندیدہ چیزوں میں عورت کا ذکر کیا۔
عورت کا پسندیدہ ہونا عورت کے لیے کوئی بُرائی نہیں ہے۔ دوسرے مذاہب میں عورتوں کو کمتر سمجھا گیا۔ جیسے وہ کہتے ہیں کہ عورت نے مرد کو جنت سے نکلوایا، عورت بُرائی کا مجمع ہے وغیرہ۔

ہمارے دین نے عورت کو بُرا نہیں کہا بلکہ بتایا گیا کہ اگر وہ نیک ہے تو دنیا کی سب سے بہترین چیز ہے۔

نسائی: رسولؐ نے فرمایا: دنیا کی چیزوں میں سے عورتیں اور خوشبو میرے لیے محبوب بنادی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

یہ عدل ہے کہ پرکشش (attraction) چیز خوبصورت ضرور ہے لیکن آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے یعنی دنیا کی نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی آخرت کی فکر ہو۔ دنیا کی نعمتوں میں کھو کر اُس بڑے مقصد کو نہیں بھولنا ہے جس کے لیے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔

اَلْبَنِيْنَ (بیٹے):
پہلے عورتوں [النساء] کی بات کی گئی پھر اُس کے بعد بیٹوں یا اولادوں کی بات کی جا رہی ہے۔ ویسے بھی اگر عورتیں ہوگی تو بیٹے ہوں گے۔ بیٹیوں کا ذکر تو النِّسَآء میں بھی آگیا۔ اولاد صدقہ جاریہ بھی ہو سکتے ہیں۔

مسلم: رسولؐ نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جائے تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے [وہ منقطع نہیں ہوتے]: صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک بیٹا جو اُس کے لیے دعا کرے۔

مرنے کے بعد جو بہترین چیز انسان اپنے پیچھے چھوڑتا ہے وہ اسکی نیک اولادیں ہیں جو اس کی تمام دولت سے زیادہ بہترین چیز ہوتی ہیں۔ کیونکہ اولاد نیک ہوگی تو اپنے والدین کے لیے دعائیں کرے گی۔ اور وہ دعائیں اُن والدین کو مرنے کے بعد بھی فائدہ دیتی ہیں۔

بیٹے یا اولاد اگرچہ فتنہ ہیں جیسا کہ التغابن: 15 ← اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ... (بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش [فتنہ] ہیں۔)

اولاد فتنہ ہونے کے باوجود خیر کی چیز بھی اُس وقت ہو سکتی ہیں جب اُن کی اچھی تربیت کی جائے اور انھیں نیکیوں کے کاموں میں لگایا جائے تاکہ والدین کے مرنے کے بعد وہ صدقہ جاریہ والے کام کرتے رہے۔

اَلْبَنِيْنَ کا مطلب بیٹے ہی لیا جائے تو اکثر لوگوں کو بیٹوں کی بہت زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ اگر انھیں بیٹا نہ ہو تو بڑے بڑے گناہ یا شرک کرنے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ پیروں اور درباروں تک پہنچ کر غیر اللہ سے مانگنے لگتے ہیں اور بعض اوقات حرام طریقے اختیار کرتے ہیں کہ کسی طرح ہمیں بیٹا ملے۔
اللہ تعالیٰ اولاد یا بیٹے دے کر بھی آزماتا ہے اور نہ دے کر بھی آزماتا ہے۔
اکثر لوگ بیٹا اس لیے نہیں چاہتے کہ وہ نیکی کے کاموں میں اُن کا مددگار ہو یا اُن کے لیے صدقہ جاریہ ہو بلکہ وہ اپنا نام و نمائش چاہتے ہیں تاکہ اُن کی بڑی عزت ہو، اُن کے خاندان کا نام باقی رہے اور اُن کے مرنے کے بعد اُن کے مال کے وارث بنے۔
آج بھی دور جاہلیت کی طرح ایسی جہالت پڑھے لکھے لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

النحل: 58 - 59 ← اور جب اُن میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اُس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ رنج و غم سے بھر جاتا ہے۔ وہ اُس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔ سوچتا ہے کہ کیا اس [بیٹی] کو ذلت کے ساتھ لئے ہوئے ہی رہے یا اُسے مٹی میں دبا دے...

بعض اوقات بیٹا نہ ہو تو عورت کو ہی طعنے دے کر ستایا جاتا ہے۔ اُس پر بعض اوقات ظلم بھی کیا جاتا ہے اور اسکی عزت نہیں کی جاتی۔ اور یہ سب بیٹوں کی خواہش (شہوت) کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ شہوت بھی امتحان ہے۔

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ڈھیروں سے)

اَلْقَنَاطِيْر (ق ن ط ر): قنطار کی جمع [ڈھیر، انبار، کثیر مال]
اِسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ یہ ایک وزن کا نام ہے۔ جس کی مقدار بدلتی رہتی ہے۔ اصطلاحًا کسی چیز کے ڈھیر کے لیے آتا ہے۔

اَلْمُقَنْطَرَة (ق ن ط ر): [اسم المفعول ہے] جمع کیا ہوا، اکٹھا کیا ہوا۔
ویسے بھی خزانہ ایک دن میں نہیں بنتا بلکہ اکٹھا کرتے کرتے بنتا ہے۔

سونے چاندی کے کتنے بھی ڈھیر انسان کے پاس ہو تب بھی اُس سے دل نہیں بھرتا۔ اور بھی کئی قیمتی دھاتیں مثلاً پلاٹینم وغیرہ بھی ہیں لیکن لوگوں کو سونے چاندی میں زیادہ دلچسپی اور خواہش ہوتی ہیں۔

مال و دولت کی محبت تو سبھی میں ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں میں تو مال کی محبت شدید ہوتی ہے۔

العادیات: 8 ← وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (اور بے شک وہ [انسان] مال کی محبت میں بڑا سخت [شدید] ہے۔)

بخاری: نبیؐ نے فرمایا: اگر ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ دو ہو جائیں اور اُس کا منہ [قبر کی] مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی...

یعنی مر کر ہی یہ حسرت ختم ہوتی ہے۔ کوئی بھی مال کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے پاس کافی مال ہے۔ قارون نے بھی اتنی ساری دولت ہونے کے باوجود یہ نہیں کہا تھا کہ میرے پاس اب کافی مال ہے، اب اس سے زیادہ مجھے نہیں چاہیے۔

مال ہمیشہ انسان کی ایک کمزوری رہا ہے۔ اور مال بھی فتنہ ہے۔

مسند احمد: نبیؐ نے فرمایا: ہر امت کے لئے ایک آزمائش رہی ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔

لیکن مال کی نعمت بُری نہیں ہیں اگر اُس کا صحیح استعمال کیا جائے اور نیکیوں کے کام میں لگایا جائے۔

بخاری: تنگدست لوگ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مالدار لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کرچکے حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن مال و دولت کی وجہ سے انھیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اِس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں [اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کرپاتے]۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا کہ لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اُس کی پابندی کروگے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انھیں تم پالوگے اور تمہارے مرتبہ تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤگے سوائے اُن کے جو یہی عمل شروع کردیں۔ ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس (33) مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ)، تحمید (الحمد للہ)، تکبیر (اللہ اکبر) کیا کرو۔

مسلم کی روایت میں اِس سے آگے بھی حدیث ہے: فقرائے مہاجرین دوبارہ رسولؐ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی جو ہم کرتے ہیں اُس بارے میں سن لیا ہے اور اسی طرح عمل کرنا شروع کردیا ہے [وہ بھی تسبیح، تحمید اور تکبیر کرنے لگے ہیں] تو رسولؐ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت فرمادے۔

مالدار شخص بھی غریب شخص کے مقابلے نیکیوں میں آگے ہو سکتا ہے اس لیے کسی بھی مالدار شخص کے بارے میں غلط گمان نہیں کرنا چاہیے اور اسکے مال پر تنقید نہیں کرنی چاہیے۔

اور بھی کئی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ مال کا ہونا کوئی بُری چیز نہیں ہے:

بخاری: رسولؐ نے فرمایا: حسد [رشک] کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو اُس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اُسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی...

مسند احمد: رسولؐ نے فرمایا: ... نیک آدمی کے لیے حلال مال کیا ہی خوب ہوتا ہے۔
کیونکہ نیک انسان اپنے حلال مال سے نیکی کمانے کے منصوبے بنائے گا اور بہترین جگہ پر اپنا مال لگا کر آخرت کے لیے ڈھیروں نیکیاں جمع کرے گا۔

ابن ماجہ: نبیؐ نے فرمایا: ... تقوی والوں کے لیے مالداری کوئی حرج کی بات نہیں، اور تندرستی متقی کے لیے مالداری سے بہتر ہے اور خوش دلی بھی ایک نعمت ہے۔

بخاری: ام سُلیمؓ نے رسولؐ سے کہا کہ انسؓ آپ کا خادم ہے۔ اُس کے حق میں دعا فرمائیے۔ آپؐ نے دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَآ اَعْطَيْتَهٗ [اے اللہ! اِس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور جو کچھ تو نے اُسے دیا ہے، اُس میں اُسے برکت عطا فرما۔]

مال اگر بُری چیز ہوتی تو رسولؐ اُس کی کثرت کے لیے دُعا نہیں کرتے۔ مال اُس وقت نعمت ہوتی ہے جب اُسے اللہ کی پسندیدہ جگہوں پر استعمال کیا جائے۔
مال کی محبت اگر فخر، کمزوروں پر تکبر اور غریبوں پر ظلم کے لیے ہو تو یہ محبت مذموم ہے اور اگر مال سے محبت اس لیے ہو کہ مال سے نیکیوں کے کام کرکے اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے، لوگوں سے صلہ رحمی کی جائے اور نیکی و تقوی کے دوسرے کاموں میں خرچ کیا جائے تو یہ محبت شرعًا قابل تعریف ہے۔
وہ مال جو نیکی کے کاموں میں صدقہ جاریہ کے لیے لگایا گیا ہو وہ مرنے کے بعد بھی فائدہ دے گا جب تک اُس کا فائدہ لوگوں کو پہنچتا رہے خواہ وہ سونا چاندی ہو یا پیسہ ہو۔

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ (اور نشان لگے [عمدہ] گھوڑے)

اَلْخَيْل (خ ی ل): یہ اسم جمع ہے۔ خُيَلَاءٌ سے مشتق ہے، جس کا معنی تکبر ہے۔ گھوڑے کی چال میں ایک طرح کا تکبر پایا جاتا ہے۔

الخیل کا لفظ گھوڑے اور گھوڑ سوار دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

خَيَّلَ ← ذہن میں کسی چیز کی تصویر بنانا۔ تصور کرنا۔ خیال کرنا۔

اِخْتِيَالٌ ← خود کو برتر تصور کرنا۔ تکبر کرنا۔ اترانا۔

اَلْمُسَوَّمَة (س و م): نشان لگے ہوئے، چرنے والے موٹے تازے اور خوبصورت گھوڑے، اعلیٰ نسل کے گھوڑے (Branded horses)

اَلْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ (نشان لگے گھوڑے) کی اور بھی کئی تفسیریں کی گئی:

⇐ پہلے زمانے میں بھی رواج تھا اور آج بھی یہ رواج ہے کہ جو گھوڑے اعلیٰ قسم کے ہوتے ہیں اُن پر خاص قسم کے نشان یا نمبر لگائے جاتے ہیں۔

⇐ قدرتی طور پر کالا گھوڑا ہو اور اُس کا سر سفید ہو اور اُس کے اگلے اور پچھلے پاؤں گھٹنوں تک سفید ہو اور باقی حصہ کالا ہو۔

گھوڑوں کو آج کل کی مہنگی گاڑیوں سے موازنہ کرسکتے ہیں۔ کیونکہ دونوں سواریوں یا فخر کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔
آج کل گاڑیوں کے مخصوص نمبروں (Number Plates) کے لیے ملیون روپئے دینے لوگ تیار ہوتے ہیں جو فضول خرچی میں آتا ہے۔

یہاں اونٹ، بکری، بھینس، ہرن وغیرہ کی بات نہیں کی گئی۔ اگرچہ یہ بھی جانور اچھے لگتے ہیں لیکن لوگوں کی محبت اور دلچسپی گھوڑوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کہی سے گھوڑا گزر رہا ہو تو لوگ ضرور اسکی طرف توجہ کرتے ہیں چونکہ اُن میں ایک کشش رکھی گئی ہے۔ اور بعض اوقات لوگ محض فخر جتانے کے لیے گھوڑے رکھتے ہیں یا اپنا شوق پورا کرنے کے لیے رکھتے ہیں۔

گھوڑے خاص طور پر سواری کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ پہلے زمانے میں اور آج بھی گھوڑوں کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ آج بھی ایسے علاقوں میں جیسے برفیلے، پہاڑی علاقوں میں جہاں گاڑیاں نہیں جاسکتی وہاں گھوڑے سواریوں کے کام آتے ہیں۔ گھوڑا ہر دور میں فائدہ مند چیز رہی ہیں۔

بخاری: رسولؐ نے فرمایا: قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت وابستہ رہے گی۔

کسی دور میں بھی گھوڑے کی قدر و قیمت کم نہیں ہوگی۔ ہمیشہ گھوڑے سے خیر ہی نکلے گی۔ آج کل سواری کے علاوہ گھوڑوں کی دوڑ (Horse racing) میں بھی گھوڑے استعمال ہوتے ہیں جو کہ جائز ہے۔

ابوداؤد: رسولؐ نے فرمایا: نشانہ بازی، اونٹوں کی دوڑ اور گھڑ دوڑ کے علاوہ کسی چیز میں انعامی مقابلہ نہیں۔

یہ یاد رکھئے کہ گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہے جس سے انسان فی سبیل اللہ کام لیتا ہے۔ دوسرا وہ جو فخر کا ذریعہ ہے اور تیسرا وہ جو سِتر ہے۔ (یہ بخاری کی حدیث کا مفہوم ہے)

فی سبیل اللہ گھوڑا:
اللہ کے راستے میں جانے کے لیے سواری۔ چاہے وہ جنگ ہو یا علم حاصل کرنے کے لیے۔ یہ باعث اجر ہے۔ کیونکہ یہ صرف اللہ کی رضا کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی ذاتی یا دنیاوی مقصد نہیں ہوتا۔ اِس کے پالنے کا اُسے ثواب ملے گا۔
فخر کے لیے گھوڑا:
صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے گھوڑا خریدتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو بڑی چیز بتائی جائے۔ اِس کو حدیث میں وِزر (بوجھ) کہا گیا۔ اِس کا حساب قیامت کے دن دینا پڑے گا اس لیے یہ بوجھ ہے۔ کیونکہ وہ شخص صرف اپنی حیثیت نمایاں کرنے کے لیے گھوڑا رکھا ہوا ہے۔ یہ وبال جان ہیں۔
سِتر کے لیے گھوڑا:
جو گھوڑا انسان کی ضروریات کے لیے پالا جائے۔ سِتر کا مطلب ہے ڈھانپنا یا بچانا (Protection)۔ یہ آسانی کا ذریعہ ہے۔ اِس کے پالنے کا نہ عذاب ہوگا اور نہ ہی ثواب ہوگا۔

اَلْاَنْعَام (ن ع م): یہ نَعَمٌ کی جمع ہے۔ اونٹ، گائے، بکریاں وغیرہ اور اکثر اونٹوں پر بولا جاتا ہے۔ یعنی مویشی جانور

انعام بوجھ اٹھانے کے بھی کام آتے ہیں (جیسے اونٹ)، کھال بچھانے کے بھی کام آتے ہیں (جیسے بھیڑ)، دودھ اور گوشت (جیسے بھینس، بکری) بھی ان سے حاصل کیا جاتا ہے۔
اگرچہ کسی کے پاس یہ جانور نہ بھی ہو تو روزمرہ کی زندگی میں اُن سے حاصل کیے جانے چیزوں کا وہ استعمال کرتا ہے۔

اَلْحَرْث (ح ر ث): کھیتی

ہر قسم کی کھیتی چاہے وہ پھل ہو یا اناج ہو یا سبزی ترکاریوں ہو۔ جو بھی زمین اگاتی ہے۔ اکثر لوگوں کو اپنی زمین سے بہت محبت ہوتی ہے۔ اِسی لیے زمینوں پر بہت لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے)

انسانوں کو بتادیا گیا کہ یہ سب نعمتیں دنیا کی زندگی کا سامان ہیں جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ سب جتنا بھی ہو تھوڑے ہی دنوں کے لیے ہیں۔ ہمیشہ کے لیے نہیں ہیں۔ یہ سب انسان کے امتحان کے لیے بھی ہیں کہ انسان اِن کے اندر غرق ہو جاتا ہے یا ان چیزوں کو نیکیوں کے کاموں میں استعمال کرتا ہے۔

بخاری: رسولؐ نے فرمایا: جہنم نفسانی خواہشات سے ڈھک دی گئی اور جنت مشکلات اور دشواریوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔

(مسلم کی روایت میں حُفَّتْ یعنی "گھری ہوئی" آتا ہے جبکہ بخاری کی روایت میں حُجِبَتْ یعنی "ڈھک دی گئی" آتا ہے۔)

جنت ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی جو انسانوں کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اور جہنم اِن دنیا کی چیزوں کی خواہشات سے گھیر دی گئی۔ انھی چیزوں کے پیچھے انسان زندگی بھر بھاگتا رہتا ہے۔

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے)

اَلْمَاٰب (ء و ب): یہ مصدر بھی ہے اور ظرف زمان و مکان بھی ہے۔
مصدر ← لوٹنا
ظرف زمان ← لوٹنے کا وقت
ظرف مکان ← لوٹنے کی جگہ (یعنی جنت)

جو کچھ انسان کے پاس ہیں وہ ایک دن چلا جانے والا ہے۔ اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ بہترین بھی ہیں اور ہمیشہ رہنے والی بھی ہیں۔ اس لیے دنیا کی نعمتوں میں رہتے ہوئے آخرت کو نہیں بھولنا چاہیئے۔
ہمارا دین مال اور دوسری نعمتوں کو دوسرے ادیان کی طرح بُرا نہیں کہتا۔
یہ ساری نعمتیں انسانوں کی سہولت کے لیے ہیں لیکن انھی چیزوں میں کھو کر نہ رہے بلکہ اپنی آخرت کی فکر کرے اور ہمیشہ یاد رکھے کہ ایک دن اللہ کی طرف واپس لوٹ کر جانا ہے۔ وہاں جاکر جو کچھ ملے گا وہ دنیا سے کئی زیادہ بہتر ہے۔

دنیا کی نعمتوں کی خواہش کی جاسکتی ہے۔ لیکن اِن کے اندر ایسی مشغولیت، ایسی محبت اور ایسی توجہ ناپسندیدہ ہے جس کے بعد دوسری کوئی ذمہ داری اور فرض انسان کو یاد ہی نہ رہے۔
بڑی سے بڑی نعمت اگر اللہ کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے یا اللہ کی بات ماننے میں رکاوٹ بن جاتی ہے تو یہیں سے خرابی شروع ہو جاتی ہے۔

اِن نعمتوں کو حاصل کرکے اِن کے ذریعے آخرت کی زندگی بہتر بنائی جائے۔
اسلیے ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے دُعائیں کرنی چاہیے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ: 201)
(اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔)